بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد علی خان مجدی نے قائد ملت کی پانچ
تقاریر جو اخبارات میں شائع ہوئی
تھی، مجھ سے حاصل کر کے بڑی عقیدت
کے ساتھ دو ہزار کی تعداد میں شائع فرمائی
تمام تقاریر اپریل ۴۶ سے متعلق ہیں

6
19۴۲
۱) پہلی تقریر جلسہ میلاد النبی ۴ حسینی علم ۲۵ر اپریل
۲) دوسری تقریر " " مصطفیٰ بازار عابد شاپ ۴
۳) تیسری تقریر مسلم نوجوانان ہوائی مسجد دلی دروازہ
۴) جمعیت المشائخ خسرو محل شاہ پیر
۵) جلسہ سالانہ مجلس اتحاد المسلمین ۱۳۶۰ ہجری

[illegible]

۱۹۴۲ء کے یادگار جلسہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں

نواب بہادر یار جنگ بہادر کے
پانچ اہم تقاریر

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

(علامہ اقبالؒ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۹۴۲ء کا تاریخی یادگار

جلسہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں

قائد ملت

نواب بہادر یار جنگ بہادر

(بانی مجلس اتحاد المسلمین کی)

پانچ اہم تقاریر

قائد ملت کی یہ تقریریں وقت کی نزاکت کے لحاظ سے

آج بھی بہت اہم ہیں

باہتمام محمد علی خاں مجددی نقشبندی القادری

قیمت :۔ ایک روپیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قائد ملت کے اہم تقاریر

حیدرآباد - ۱۶ر خورداد ۱۳۵۱ف ایک اطلاع دی گئی تھی کہ اس سال میلادی جلسوں میں قائد ملت نواب بہادر یار جنگ بہادر کی صرف تین تقریریں ہوں گی۔

اب یہ معلوم ہوا ہے کہ قائد ملت جلسہ ہائے میلاد موتی مسجد حسینی علم، اور مصطفےٰ بازار میں فرمائیں گے۔ سب سے پہلی تقریر حسینی علم میں قریب مقبرہ سر اکبر حیدری مرحوم بتاریخ ۵ ربیع الثانی مطابق ۱۸ر خورداد روز چہارشنبہ ہوگی

موتی مسجد کا جلسہ مسجد کے متصلہ میدان میں اور مصطفےٰ بازار کا "زمرد محل ٹاکیز" میں ہوگا۔

قائد ملت کی یہ تقریریں وقت کی نزاکت کے لحاظ سے بہت ہی اہم ہوں گی۔ فقط

رہبر دکن

۱۷ر خورداد ۱۳۵۱ف مطابق ۲۱ر اپریل ۱۹۴۲ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

تعلیماتِ محمدی میں جماعت کی اہمیت

قائد ملتؒ کی جلسہ میلاد حسینی علم میں تقریر

حیدرآباد: مورخہ ۱۰ ربیع الثانی سنہ ۱۳۶۱ ہجری م ۲۵ اپریل ۱۹۴۲ء بروز شنبہ مجلس اتحاد المسلمین حسینی علم کی جانب سے بیرون دروازہ بوا ہیر میں جلسہ میلاد حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم منعقد کیا گیا تھا۔ مولانا سید شاہ نور اللہ حسینی صاحب افتخاری نے صدارت کی جلسہ میں مسلمان کثیر تعداد میں موجود تھے جن میں ارکان مملکتی مجلس اتحاد المسلمین نے بھی شرکت کی۔

قائد ملت نواب بہادر یار جنگ بہادرؒ نے جلسہ میں اپنی تین تقریروں میں سے پہلی تقریر کی۔

آپ نے تعلیمات محمدیؐ اور حیاتِ نبویؐ کا ایک اجمالی خاکہ پیش کرتے ہوئے تین مقدمات قائم فرمائے آپ نے فرمایا کہ میں ان مقدمات کو تفصیل سے اپنی دیگر دو تقریروں میں بیان کروں گا اور میری آخری تقریر نتیجہ ہو گی اس کڑی کا۔

قائد ملت نے تقریر شروع کرتے ہوئے کہا کہ زمانہ تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے اور ہم اپنی کمزوریوں کی وجہ پیچھے ہی ہیں۔ آج ہم جس جوش و عقیدہ کے ساتھ محمدیؐ حیات طیبہ کے تذکارۂ عالیہ سے

اپنے دل و دماغ کو بالیدگی کے سامان مہیّا کر رہے ہیں اس سے ہر زمانہ نے درس بصیرت اور درس خودی حاصل کیا ہے اور اس دُنیا میں وہ دین کو بہتر سے بہتر بنا دیا۔ تاریخ کے ہر دور میں خدا کے ایسے برگزیدہ بندے پیدا ہوئے جنھوں نے انسانیت کے اعلیٰ تخیل اور اعلیٰ کردار سے دُنیا کو واقف کرا دیا۔ ان اکابر عالم اور خدا کے برگزیدہ بندوں میں ختمی مرتبت آقائے دوجہاں سرورِ عالم کا مرتبہ بہت بلند اور معراج کمال پر پہنچا ہوا ہے جو ہمارے تخیل اور تصور سے ارفع و اعلیٰ ہے

خدا نے اپنے اس آخری جلیل القدر نبیؐ کو اس طرح مکمل کیا اور دُنیا کے لئے ایسا نمونہ بنایا کہ پھر دنیا میں اس جیسا نہ پیدا ہو سکتا ہے نہ پیدا ہوگا اور نہ ہوا۔ وہ قیامت تک پیدا ہونے والوں کے لئے حقیقی نمونہ ہے۔

قائدِ ملت نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ آج جب کہ دُنیا منجدھار میں ہے اور طلاطم خیزیاں عین شباب میں ہیں۔ آج جب کہ پریشانی و ہراسانی نے دنیا کو دم بخود کر دیا ہے آج جبکہ انسانی کاوشوں اور کوششوں کی بنائی ہوئی دنیا آبخورے کی طرح پارہ پارہ ہو رہی ہے آؤ اسی کے دامن میں پناہ لیں جس نے اللہ کے اولیاء کو بے خوف و ہراس بنا دیا۔ آؤ اسی کے دامن میں پناہ لیں جس کے غلاموں نے قیصر و کسریٰ کے تخت و تاج کو بے نور اور بے چراغ کر کے توحید سے روشن کر دیا۔ آؤ اس کے اسوۂ حسنہ کو اپنے لئے نمونہ بنائیں جس نے غارِ حرا سے نکل کر کوہ صفا پر کھڑا ہو کر پیغام حق سنایا تھا اور جس نے طبقِ عالم پر چالیس کروڑ مسلمان چھوڑے ہیں۔

تمہید ختم کرتے ہوئے قائدِ ملت نے فرمایا کہ سیرت طیبہ کا خلاصہ صرف تعلیمات محمدیہ ہیں جن کی زندگی تگاپوئے دما دم سے معمور تھی۔ اس وقت تعلیمات کے بنیادی اجزاء کو آپ کے ذہن نشین کراتے ہوئے انسانوں کی حیات میں محمدی تعلیمات نے جو تین نقوش چھوڑے ہیں اس کو بتلاتے ہوئے اپنی دوسری تقریروں میں اس کی وضاحت کروں گا۔

پہلا اور بنیادی نظریہ جو محمدی تعلیم کا ہے وہ جماعت میں فرد کا مقام اور فرد کی انفرادی حیثیت ہے۔ مزید یہ کہ ختمی مرتبت آقائے دوجہاں کے پاس فرد کا مقام اور جماعت کا مقام کیا ہے۔؟

قائدِ ملت نے دورانِ تقریر میں کہا کہ یہ پہلا مقدمہ ہے جو میں اس سلسلہ میں پیش کرنا چاہتا ہوں کہ تعلیمات محمدی نے گو فرد کو کسی حالت میں جدا نہیں کیا لیکن جماعت سے خارج ہو کر فرد کا کوئی مقام نہیں۔ یہی مقام ہے اور یہی نظریہ ہے جن کو ذہن نشین کرنے کی ضرورت ہے۔ سبھوں نے اپنے زمانۂ حیات میں سب کچھ بتلایا ہوگا۔ لیکن اس نظریہ سے دنیا خالی تھی جس کا قرآن ہر وقت تکرار کے ساتھ ثبوت دیتا ہے خود پابند ہے فرائض ہے۔ اس کو کبھی معاف نہیں رکھا جا سکتا۔ اس لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف فرما دیا۔ کہ اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ اس کا مطلب یہی ہے کہ اپنے فرائض سے غافل نہ رہو اور نماز روزہ اور تذکار الٰہیہ سے اپنے گھروں کو منور کرو لیکن جماعت کے نظریہ سے یہ مقام اور بلند ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فرد کی نماز سے جماعت کی نماز کو خاص مقام امتیاز حاصل ہے جماعت کے وقت کوئی بھی فرد واحد

علیحدہ نماز پڑھے تو وہ نماز جماعت سے خارج ہونے کی صورت میں تعلیمات محمدی کے نظریہ سے نماز نہیں ہو سکتی اسی طرح اگر فرد جماعت میں شامل ہو جائے تو فرد کا ہر تخیل جماعت کا تخیل بن جاتا ہے۔ فرد کا مال جماعت کا مال ہو جاتا ہے۔ فرد کی موت جماعت کی موت اور فرد کی حیات جماعت کی حیات بن جاتی ہے۔ لیکن فرد جماعت سے خارج اور علیحدہ ہو تو فرد کی موت جماعت کی موت نہیں فرد کی حیات جماعت کی حیات نہیں اور فرد کا نظریہ جماعت کا نظریہ نہیں رہتا۔

زندگی کیا ہے عناصر میں ظہور ترتیب
موت کیا ہے انہی اجزاء کا پریشاں ہونا

قائد ملت نے دوسرے مقدمہ کا اجمالی طور پر خاکہ کھینچتے ہوئے کہا کہ دوسری چیز جس کو میں بیان کرنا چاہتا ہوں وہ انسان کی زندگی میں رنج وغم اور خوشی ومسرت کا مقام ہے۔ حیات انسانی میں خوشی اور غم دونوں توام ہیں۔ انسان کی زندگی مجموعہ ہے رنج والم، غم و اندوہ اور مسرت و ابتہاج عیش و راحت کا کسی جگہ یہاں مصیبت اور پریشانیاں سختیاں کٹھن منازل ہیں تو کہیں نقارے عیش و عشرت کے سامان اور شراب و کباب اور شباب کی رنگ رلیاں۔ اسی وجہ ہم کہیں ہنسی خوشی دیکھتے ہیں تو کہیں غم و مصیبت حقیقت میں حیات انسانی قہقہوں اور آنسوؤں سے مل کر بنی ہے۔

ذوق نے کیا خوب کہا ہے ؎

ہنسی کے ساتھ یاں رونا ہے مثل قلقل مینا
کسی نے قہقہہ اے بے خبر مارا تو کیا مارا

آپ کہتے ہوئے گئے کہ اس مسرت وغم کے وجوہ اور اسباب محمدی

تعلیم میں کیا ملتے ہیں۔ رحمتیں اور زحمتیں کیوں آتی رہتی ہیں؟ اس کے تین اسباب و علل ہیں پہلا نفسیاتی، دوسرا فلسفیانہ اور تیسرا مذہبی لیکن اس وقت میں نہ نفسیاتی اور نہ فلسفیانہ نقطۂ نظر سے سمجھاؤں گا بلکہ مذہبی نقطۂ نظر سے اس کو بیان کرنے کی کوشش کروں گا میرے خیال میں مسرت اور مصیبت سیاتِ انسانی کی تین علتیں ہیں۔

اللہ کی عطا یا اللہ کی طرف سے امتحان یا اللہ کی طرف سے عذاب میں مسرت اور مصیبت کے معاملہ میں بھی یہی سمجھتا ہوں۔ ان علتوں میں عطا کے بعد دولت کا مقام وہ آتا ہے۔ جہاں انسان اپنی روایات کو چھوڑ کر عارضی حالت میں مبدل ہو جاتا ہے اور اپنے معبود کو بھول جاتا ہے یہ معرکۂ امتحان ہے۔ عالم تنگدستی میں جس کی زبان سے یا اللہ نکلا کرتا تھا اور جو زہد و تقویٰ کی صورت میں زندہ تھا اس کی آزمائش کے لئے اللہ تعالیٰ امتحان لیتا ہے۔ کہ ذرا اس کو فارغ البال بنا کے دیکھیں تو سہی اس کی کیا حالت ہو جاتی ہے۔ یہی وقت ہوتا ہے جب کہ مسرت عیش و شادمانی خدا کی طرف سے امتحان بن کر آتے ہیں۔ آپ کہیں گے کہ یہی وہ مقام نہیں جس کے لئے انسان اپنی متاعِ عزیز فروخت کرنا چاہتا ہے۔ اور فراغ و مسرت عذابِ الٰہی ثابت ہوتے ہیں۔ لیکن زمانہ برابر وعظ سناتا ہے۔ لیکن انسان چاہتا ہے کہ خدا سے گریز کرے اور آگے بڑھ کر الٰہی قوانین کی سرکوبی پر اُتر آتا ہے اس کے پاس عبودیت کا احترام باقی نہیں رہتا تو اس وقت انسانیت کی بہترین صلاحیتوں کو اس سے چھین لیا جاتا ہے۔ جو اس کی

فیروز مندیوں، اقبال مندیوں اور کامیابیوں کا باعث ہوا کرتی ہیں۔ اگر وہ فرد ہے تو اس کی انفرادیت باقی نہیں رہتی اور اگر وہ جماعت ہے تو اس کی قوتیں آہستہ آہستہ سلب ہونے لگتی ہیں۔
اس کی جوانمردی بزدلی میں بدل جاتی ہے دولت کا خمار اعضاء رئیسہ کو کمزور کر دیتا ہے وہ ایک ایسا جسم رہ جاتا ہے جو بے روح اور ایسی روح جس میں خودی نہ ہو۔ اس کی ہمدردیاں فنا ہو جاتی ہیں اور اس کی تگاپوے دمادم منت کش حیات رہتی ہیں یہی وہ مقام ہے جہاں شاہین زادے کبوتر کے پروں کی آواز سے بھی کانپنے اور ڈرنے لگتے ہیں۔
قائد ملت نے تقریر جاری رکھتے ہوئے بیان کیا کہ انسانی حیات پر خودی کی موت اس وقت طاری ہوتی ہے جب کہ اس میں خودی کا احساس باقی نہیں رہتا۔ نظر کی خودی، دماغ کی خودی اور قلب کی خودی سب شرمندۂ حیات ہو جاتے ہیں۔ جب انسان میں احساس خودی نہیں ہوتا۔ اس امتحان گاہ عیش و مسرت میں کیا ہوا؟ خدا کے امتحان نے ان کی حقیقتوں کا اچھا جائزہ لیا خوب پرکھا۔ خوب دیکھا ان کی نیتیں بھی معلوم ہوئیں اور ان کی شیطنیت بھی اس مقام پر سایہ خداوندی کا ہٹنا ہی تھا کہ شیطان کا ورود ہوا۔ اس کا مال دنیا نے شداد، قارون فرعون وغیرہ کی صورت میں اچھی طرح دیکھا ہے۔
بجائے اس کے کہ وہ خدائی نعمت کی عطا پر اپنے سروں کو رب العزت کے سامنے خم کرتے اور ہر گھڑی اس کا شکر بجا لاتے جیسا کہ مصیبت میں کیا کرتے تھے تو یہ راحتیں عذاب بنکر نہ آتیں اور قہر بن کر نازل نہ ہوتیں اور خود ان کو ان کے ساتھیوں اور مونسوں نے ختم نہ کیا ہوتا

اور ہر قصائی کی چھری ان پر تیز نہ ہوتی جس طرح کہ مغرب کے قصائیوں نے بھیڑ سمجھ کر تکا بوٹی کیا تھا اور آج بھر دنیا میں یہی کردار منظر شہود پر آرہے ہیں۔ مغرب اور مشرق کے قصائی دندان آز تیز کئے ہوئے انہوں ہی کے خاتمے پر تلے ہوئے ہیں۔

قائد ملتؒ نے تقریر ختم کرتے ہوئے فرمایا کہ عیش و عشرت راحت و مسرت خدا کی عطا بھی ہوتے ہیں اور خدا کا عذاب بھی یہی عیش و عشرت یہی خوشی و راحت کسی کے لئے عطا ثابت ہوئے تو کسی کے لئے عذاب ہے

دنیا نے عیش و عذاب کو زمانہ اول سے دیکھا اور سنا ہے اور سنتے رہے گی۔ خوشی میں اپنے معبود سے غفلت اور سرکشی نے جو دنیا کو عبرتناک سبق پڑھائے ہیں وہ اچھی طرح یاد ہیں قوم عاد کے لئے بھی یہی عذاب ہوئے قوم ثمود کے لئے یہی موت بنکر لہرائے اور قوم لوط کے لئے بھی یہی آفات جان ثابت ہوئے۔ اس کی وجہ کیا ہوئی اور یہ کیوں ہوئے حیات انسانی نے ان معرکوں کو خوب دیکھا ہے لیکن وہ پردہ غفلت اور شراب عارضی کے نشہ میں سرشار ہیں۔

اسی لئے اقوام و ملل عالم کی سرکشی اور شیطنیت اور فراموشی کی وجہ خدا کا عذاب ان پر انتہا کو پہنچ جاتا ہے۔

قائد ملت نے آخر میں فرمایا کہ ان پہلوؤں پر میں اپنی دوسری تقریروں میں وضاحت سے بیان کروں گا اور شرکار کو تلقین کی کہ وہ ان مسائل کو اچھی طرح یاد رکھیں۔ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ٥

رہبر دکن :- ۲۱ر خورداد ۱۳۵۱ف مطابق ۲۵ راپریل ۱۹۴۲ء یوم شنبہ

تعلیماتِ محمدی میں فرد اور جماعت کی اہمیت

قائد ملت کی دوسری تقریر

حیدرآباد ۲۰ر خورداد تاجران مصطفٰے بازار (عابد شاپ) کی جانب سے کل صبح ½ ۸ بجے جلسہ میلاد النبی صلعم زمرد محل ٹاکیز میں منعقد ہوا جس کی صدارت آنریبل مسٹر عبد العزیز صدر المہام عدالت و مذہبی نے کی۔ جلسہ میں لوگ کثیر تعداد میں شریک تھے۔ ہال کے باہر شامیانے اور فرش کا معقول انتظام تھا اندرونی اور بیرونی حصہ میں بڑی زینت کے ساتھ گنجادوں کی تنصیب عمل میں آئی تھی جلسہ کے شروع ہونے کے تھوڑی دیر بعد صدر نشین صاحب بعض اہم مصروفیات کی وجہ واپس تشریف لے گئے اور صدارت نواب دوست محمد خاں صاحب جاگیردار کے سپرد کی گئی۔ قرات سے جلسہ کا آغاز ہوا۔ مولانا حسام الدین صاحب فاضل۔ مولانا رشید ترابی صاحب، مولوی ابوالحسن سید علی صاحب۔ ایڈوکیٹ کی تقریروں کے بعد قاید ملت نے میلاد کے سلسلہ کی دوسری تقریر کی۔

قاید ملت نے اپنی پرسوں کی حسینی علم کی تقریر کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ پرسوں میں نے اپنی تین تقریروں کے لئے جو عنوان منتخب کیا تھا اس کی تمہید بیان کی تمہید میں دو اصولی مقدمات قائم کئے ان کا اعادہ اس وقت بالا اقتصاد کر دینا چاہتا ہوں تاکہ میری آیندہ تقریروں کو آسانی سے سمجھ لیں۔ پہلا مقدمہ یہ تھا کہ تعلیمات محمدی

میں جہاں فرد کو نظر انداز نہیں کیا گیا اس پر انفرادی حیثیت سے فرائض اور ذمہ داریاں عائد کی گئیں اور اس کو کافی حقوق بھی دیئے گئے وہیں اسلام نے جماعت کا اتنا مکمل تصور پیش کیا جب کبھی کوئی سوال اسلامی جماعت کی نسبت پیدا ہو وہاں ہم اسلامی تعلیمات میں فرد کے لیے کوئی جداگانہ مقام نہیں پاتے اور مفاد جماعت کے مقابلہ میں مفاد انفرادی کی کوئی اہمیت نہیں دکھائی دیتی۔

میری تمہید کا دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ جب ہم انسانوں پر آنے والے ادوار مصیبت و راحت کے اسباب و علل پر غور کرتے ہیں تو دونوں کیلئے تین حالتیں سمجھ میں آتی ہیں یا تو جماعتوں پر اور افراد پر مصیبت و راحت انعام الہٰی کے طور پر وارد ہوتی ہے یا ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ ان کا امتحان لیتا ہے۔ یا پھر مصیبت ہو کہ راحت کا عطا و امتحان ہونا اور مصیبت کا عذاب و امتحان ہونا تو آسانی سے آپ کی سمجھ میں آگیا ہو گا۔ لیکن یقیناً آپ تعجب کریں گے کہ راحت کس طرح عذاب ہو سکتی ہے اور مصیبت کو کس طرح عطا تصور کیا جا سکتا ہے اسکی تفصیلی تشریح میں نے کل کی تھی آج جب میں اپنے اصل موضوع پر گفتگو کرنے لگونگا تو یہ دونوں اشکال انشاء اللہ تعالیٰ رفع ہو جائیں گے۔

کل کی تقریر کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا میری اس موسم میلاد کی تقریروں کو تمہید کہا جا سکتا ہے۔ مجھے اجازت دیجئے کہ مجالس میلاد کے مقصد اور ان میں شرکت کی غرض پر چند جملے عرض کروں یہ امر مسلم ہے اور میں اپنی تقریروں میں بارہا اس کو واضح کر چکا ہوں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ ہماری

زندگی کے ہر پہلو اور ہماری حیات کے ہر مرحلہ کے لئے بہترین نمونہ ہیں میری عادت ہے کہ جب کبھی اپنی زندگی میں کوئی الجھن پاتا ہوں اور مشکلات کا سامنا ہوتا ہے تو کوشش کرتا ہوں کہ حیات اقدس رسالت مآب سے اس کا حل دریافت کروں آج بھی جبکہ مسلمانانِ ہند عموماً اور مسلمانانِ دکن خصوصاً ایک ایسے زمانہ سے گزر رہے ہیں جو سب سے زیادہ کٹھن اور پریشان کن زمانہ کہا جا سکتا ہے۔ اگر کوئی مشعل ہمارا راستہ سجا سکتی ہے تو وہ مشعل رسالت محمدی ہے انہیں مقدمات کی روشنی میں ہم اپنی ان مشکلات کا حل تلاش کرنیکی کوشش کریں گے۔

قائدِ ملت نے تقریر جاری رکھتے ہوئے اجلاس مسلم لیگ کا ذکر کیا اور بتایا کہ وہاں آپ نے اپنے مطالعہ تاریخ اسلام کا ایک یہ نتیجہ پیش کیا تھا کہ فتوحات اسلامیہ میں جہاں تک عربوں کا حصہ ہے انھوں نے حکومتِ الٰہی قائم کی اور قوانینِ اسلامی کو نافذ رکھا۔ لیکن عجمی فتوحات میں یہ مقصد باقی نہ رہا۔ پھر قائد ملت نے مغربی ہند کی دو اسلامی سلطنتوں یعنی آصفیہ و میسوری کا ذکر کیا اور بتایا کہ سلاطین آصفیہ نے دولتِ آصفیہ کو ڈیڑھ سو برس قبل کے سیاسی طوفان میں بچا لینے کا فرض ادا کیا اور اس کے بعد سے یہاں آرام طلبی و عیش کوشی بڑھ گئی جسکو میں اللہ کا عذاب سمجھتا ہوں۔

قائدِ ملت نے تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ تاریخ کو اس دور کے بعد ایک ایسے دور کی ابتدا ہوئی جس کو عمومی نقطہ نظر سے راحت و آرام امن و اطمینان اور عیش و مسرت کا دور کہا جا سکتا ہے اور جس دور پر آج ہم ناز کرتے ہیں۔ جس زمانہ میں ریل گاڑیاں

جاری ہوئیں سڑکیں بنیں موٹریں برق و بھانپ کی طاقتوں نے مختلف مظاہر اختیار کئے تعلیم کی فراوانی ہوئی کالج اور یونیورسٹیاں کھلیں دل جل ہے جتنے تاریک ہوئے مگر دماغ بقعہ نور بن گئے ہماری نگاہ ظاہر بین نے اس کو انعام الہٰی سمجھا اور افعال پر ذاتی خیال کیا۔ لیکن اگر آج میری آنکھوں سے غور کریں اور اپنی حالت کا جائزہ لیں تو آپ تسلیم کریں گے کہ یہ خدا کا بدترین عذاب ہے۔ جو کسی قوم پر نازل ہو سکتا ہے اور یہی مقام ہے جہاں میرا دعویٰ صحیح ثابت ہو سکتا ہے۔ کبھی راحت و آرام عیش و نشاط بھی عذاب الہٰی ہوتے ہیں۔ ان آرام کوشیوں اور راحت پسندیوں کے دو صد سالہ دور نے ہماری تمام اعلیٰ قومی صلاحیتوں کو سلب کر لیا ہے ہماری بلند ہمتی اور عزم و ثبات آج افسانہ بن گئے۔ شاہیں زادوں نے فضا پیمائی چھوڑی اور ہمارا آشیانہ ہمالیہ کی بلندیوں کے بجائے باغوں کے کنج میں بن گیا اس کا صاف نتیجہ آپ ظاہر ہو رہا ہے کہ میں فاتحین دکن کی اولاد کو جاپانی حملہ کے خطرہ سے لرزہ براندام دیکھ رہا ہوں آپ اپنے گزشتہ زمانہ کو خدا کی نعمت سمجھے لیکن مجھے یقین کامل ہے کہ وہ خدا کا عذاب تھا۔

دوران تقریر میں قائد ملت نے کہا کہ اب میرے اس مقدمہ کے دوسرے پہلو کو لیجئے میں مسرور ہوں اور انتہا درجہ مسرور کہ آپ پر مصیبتیں آرہی ہیں اور خوش ہوں کہ آپ کے لئے خدا کا فضل سمجھتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ یہ مصیبتیں آپکی جبلت اسلامی کی تلوار کیلئے صیقل کا کام دیں گے دو صد سالہ کاہلی و راحت کوشی کے زنگ کو مٹائیں گی اور آپ کے اصل جوہر کو نمایاں کریں گی لیکن مجھے یہ دیکھ کر تعجب ہوتا ہے۔

اور میں شرم سے پانی پانی ہو جاتا ہوں کہ آپ اس کے برعکس مصیبتوں کو خدا کا عذاب سمجھ کر دہشت زدہ ہیں اور مستقبل کو درخشاں بنانے کے بجائے اس کو تاریک تر بنانے کی فکر کر رہے ہیں۔ مجھے آپ نے بہ حیثیت اپنی نمائندہ جماعت کے صدر کے ذمہ داریاں عاید کیں خدا کا شکر ہے کہ مجھے اور میرے ساتھیوں کو ان کا پورا پورا احساس ہے آپ یقین کریں کہ میری راتیں ذمہ داری کے تصور سے بے خواب گزرتی ہیں اور میرے دن لمحات آرام سے خالی ہیں۔ میں نے اور میرے ساتھیوں نے آپ کے مستقبل کی فکر میں اپنی عقل و بصیرت کا سارا سرمایہ خرچ کر دیا ہے اور آپ کے مستقبل کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جو ہماری نظر سے اوجھل اور ہماری فکر سے خارج رہا ہو۔ ہم نے اپنی اسلامی اصول کو کبھی نظر انداز نہیں کیا کہ ہماری جماعت افراد کا مجموعہ اور فرد کی فلاح پر جماعت کی فلاح کا انحصار ہے ہم آپ کی جان کو اپنی جان سے زیادہ قیمتی سمجھتے ہیں اور آپ کی عزت ہمارے نزدیک وہ لاقیمت جوہر ہے جس کو کبھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ مسلمان ہی نہیں بلکہ انسان کے خون کو اسلام نے دنیا کی سب سے زیادہ قیمتی شئے قرار دیا ہے ہم کو کیسے گوارا ہو سکتا ہے کہ ہم اس کی قدر نہ پہچانیں اور اس کو نظر انداز کریں۔ تخلیہ سے متعلق مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہوئے آپ نے کہا۔ میں جانتا ہوں کہ جاپان کے حملے کے اندیشے نے دارالسلطنت حیدرآباد کے رہنے والوں کے لئے سب سے زیادہ جس کو اہم بنا دیا وہ بلدہ سے تخلیہ کرنے یا نہ کرنے کا ہے ہم نے اس پر گذشتہ جمعہ کا پورا دن اور آدھی رات صرف کی ہے ہمارے پیش نظر مسائل کو جانچنے کا وہ اسلامی اصول تھا جو شراب کی حرمت کے سلسلے میں قرآن حکیم نے

ہم کو سکھایا۔ آپ کو یاد ہوگا کہ قرآن نے اس کو تسلیم کیا ہے۔ کہ شراب میں انسان کے لئے منافع بھی ہیں لیکن اس مضرات کو اس منافع سے زیادہ پایا اور اسی لئے اس کو ناپاک اور شیطانی کام قرار دیا اس سے اجتناب کا حکم دیا جب ہم کسی مسئلہ پر غور کریں گے تو جانچیں گے۔ کہ اس کے منافع زیادہ ہیں۔ یا مضرات میں تسلیم کرتا ہوں اور آپ سے چھپانا نہیں چاہتا کہ سکندرآباد کی قربت نے حیدرآباد کو حدود جنگ میں شامل کر دیا ہے۔ بہت ممکن ہے اگرچہ ضروری نہیں کہ حملہ کرنے والے طیارے محض دہشت پھیلانے کیلئے چند بم حیدرآباد پر بھی گرادیں بہت ممکن ہے کہ اس سے چند سو یا چند ہزار آدمی مریں۔ بہت ممکن ہے کہ اس سے بعض گھر جلیں بہت ممکن ہے کہ کئی خاندان تباہ ہو جائیں۔ بہت ممکن ہے کہ سینکڑوں بچے یتیم اور ہزاروں بیبیاں بیوہ ہو جائیں میں یہ بھی جانتا ہوں کہ حکومت کی مخلصانہ دفاعی کوشش کے باوجود ممکن ہے حکومت آپ کے بچاؤ کا کامل انتظام نہ کر سکے آتش فرد انجن کافی نہ ہوں پناہ گاہیں کافی تعداد میں نہ بنائی جاسکیں کیونکہ وقت کم اور فراہمی اسباب کے ذرائع مسدود ہیں۔ ان سارے اندیشوں کے باوجود سوال یہ ہے کہ کیا دارالسلطنت سے باہر آپ کے لئے جان۔ مال اور عزت کی حفاظت زیادہ ممکن ہے مجھے معاف کیجئے مگر میں یقین دلاؤں گا کہ میں دارالسلطنت سے باہر آپ کے لئے زیادہ خطرات محسوس کرتا ہوں اول تو اس کا یقین نہیں دلایا جاسکتا کہ فتح و شکست دونوں صورتوں میں ملک کا کوئی حصہ آتش جنگ کی لپیٹ سے محروم رہ جائے گا اور دوسری سب سے بڑی دشواری دہاں یہ ہے کہ آپ معاشی حیثیت سے ان پریشانیوں سے دوچار ہوں گے جو بمباری کے عارضی عذاب کے نسبت زیادہ تکلیف دہ

اور زیادہ تباہ کن ہوں گی کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ بلدہ
کے رہنے والے مسلمانوں کی اکثریت ملازم پیشہ ہے کیا اس نازک
زمانہ میں کوئی حکومت اس کو گوارا کر سکتی ہے کہ اس کے ملازم دارالسلطنت
سے باہر ہوں اور اگر حکومت نے آپ کو اجازت بھی دیدی اور چند ماہ کی
پیشگی تنخواہ بھی مل گئی تو کیا آپ منتقلی کے اخراجات اور دوسری
قیام گاہ کا بندوبست کرنے کے بعد یہ یقین رکھتے ہیں کہ دوسری جگہ
زیادہ دنوں تک معاشی استحکام کے ساتھ رہ سکیں گے کیا آپ نہیں دیکھ
رہیں ہیں کہ گذشتہ سال کے امساک باراں بعض اضلاع میں آثار قحط
اور جنوب و مشرق سے بھاگ کر حیدرآباد میں پناہ لینے والوں کی کثرت نے
یوں بھی اشیائے مایحتاج کی فراہمی کو دشوار بنا دیا ہے۔ خود دارالسلطنت
میں حکومت کی مساعی کے باوجود ابھی یہ مسئلہ پوری طرح سے حل نہیں
ہوا ہے پھر آپ کس طرح توقع کر سکتے ہیں کہ مختلف دیہات قصبات
تعلقہ جات اور اضلاع میں جہاں آپ منتشر اور پریشان ہو جائیں گے
آپ کے اشیائے مایحتاج کافی نہیں نہ ہی بقدر ضرورت بھی فراہم
ہو سکیں گے۔ آپ کہیں گے یہ حکومت کا فرض ہے میں تسلیم کرتا ہوں۔
لیکن جن حکومت کی دشواریوں پر آپ دارالسلطنت میں شکوہ سنج ہیں
ہیں تو کیا اس سے بیرون بلدہ اتنے مختلف مقامات پر کہیں انتظام
کی بجا طور پر توقع کر سکتے ہیں۔ سب کے آخر میں اور سب سے بڑھ کر کیا
آپ کو انتشار آپ کو اپنے ہمدردوں سے دور اور باہمی امداد سے محروم
نہیں کر دیگا اور نہ کیا آپ کو اپنی اس پراگندگی بے سروسامانی وطن سے
دوری ہمدردوں سے مفارقت کے بعد فتنہ جو اور کینہ پرور بدسرشت
اور موقع کے متلاشی لوگوں سے کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ جو دوسروں کی

تخریب میں اپنی تعمیر کے سامان دیکھتے ہوں۔ آپ آسمان سے گرنے والی
بجلی گرجنے والے بادل اور برسنے والے طوفان سے توڑ رہے ہیں لیکن
اس کے نتیجہ کے طور پر زمین سے پیدا ہونے والے حشرات الارض کا
آپ کو کچھ خیال نہیں جو دن کے اجالے میں معصومیت کی تصویر اور
رات کی تاریکی میں شیطنت کا مظہر ہوتے ہیں۔ جو چپکے چپکے رینگتے
ہیں اور آستین کا سانپ بن کر ڈستے ہیں۔

مرکزیت کی اہمیت کو سمجھاتے ہوئے قائد ملت نے کہا کہ اگر تم کو
اتنی فرصت نہیں کہ مسائل کے تمام ما علیہ وما لہٗ پر نظر ڈال سکو تو خدا کے لئے
ان پر بھروسہ کرو جن کا مقصد حیات تمہاری فلاح کے سوا کچھ نہیں ہے
یہاں تک تو میں نے انفرادی مفاد کے نقطۂ نظر سے مسائل کا جائزہ لیا۔
جس میں فرد کے جان و مال اور عزت کی اہمیت کو قطعاً نظر انداز نہیں
کیا گیا تھا اب آؤ اجتماعی حیثیت سے غور کرو کیا آنے والے فتنے تمہارے
چھ سو سالہ متروکہ اور تمہارے اجداد کی مقدس امانت کو دھمکی نہیں
دے رہے ہیں کیا اس کی حفاظت کا سب سے زیادہ فرض تم پر
عائد نہیں ہوتا تم پوچھ سکتے ہو اور تمہیں دریافت کرنے کا حق ہے کہ
متوقع حوادث میں اس امانت کی حفاظت کا کون ضامن ہو سکتا ہے
قطعاً اس کی ضمانت لینے کے لئے تیار نہیں۔ لیکن اتنا ضرور جانتا
ہوں کہ ایسے انقلابی ادوار ان قوموں کے لئے جو تمہارے جیسے حالات سے
گزر رہی ہوں اکثر مژدہ حیات ہوتے ہیں۔

ہو سکتا ہے کہ آنے والے خطرات تم کو ہمیشہ کیلئے ختم کر دیں اور تم
کچھ نہ رہو اور آنے والا مورخ تم کو گزری ہوئی قوموں میں شمار کرے
لیکن قطعاً محال نہیں کہ انقلابات کے بعد نہ صرف تم موجودہ حالات کو

برقرار نہ رکھ سکو گے بلکہ وہ سب کچھ ہوجاؤ گے جو ایک بیدار قوم ہوسکتی ہے اعمال کے نتائج کا انحصار قدرت نے خود عامل کے ہاتھ دیا ہے۔ کوئی شئے فی نفسہٖ اچھی یا بری نہیں ہوتی اس طرح آنے والے وقت کو بھی اپنے مفید یا مضر بنا لینا تمہارے اختیار میں ہے۔

(رہبر دکن :- ۲۱ ر خورداد ۱۳۵۱ف مطابق ۲۵ ر اپریل ۱۹۴۲ء شنبہ)

تعلیماتِ محمدیؐ میں جماعت کی اہمیت

قائدِ ملتؒ کی تیسری تقریر

حیدرآباد ۲۵ ر خورداد - مسلم نوجوان موتی مسجد کی جانب سے کل شام میں میلاد النبی صلعم کا عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس کی صدارت "ڈاکٹر نواب ناظر یار جنگ بہادر نے کی۔ نماز مغرب کے بعد جلسہ کی کارروائی کا آغاز قرأت سے ہوا صدر جلسہ کی تقریر کے بعد مقررین کی تقریریں ہوئیں نظم وغیرہ کے بعد مولوی ابوالحسن سید علی صاحب نے تقریر کی مولانا رشید تراپی صاحب کی تقریر کے بعد جس کا موضوع وفا تھا۔

قائد ملت نواب بہادر یار جنگ بہادر نے میلادی تقریروں کے سلسلے کی تیسری تقریر کی۔ قائد ملت نے اپنی تیسری تقریر قریب ساڑھے گیارہ بجے رات میں شروع کی۔ آپ نے کہا کہ میں اپنی دو تقریروں میں اچھی طرح وضاحت کر چکا ہوں کہ اسلامی تعلیمات میں فرد اور جماعت کی کیا اہمیت ہے تعلیمات محمدی نے گو فرد کو کسی حالت میں جدا نہیں کیا لیکن جماعت سے خارج ہو کر فرد کا کوئی مقام نہیں حالانکہ اسکو

مدارج کے بہترین منازل عطا کیے لیکن جہاں جماعت کا مفاد سامنے آگیا وہاں فرد کی کوئی حیثیت نہیں وہ جماعت کا ہو کر رہ گیا اور جماعت نے اس کو اپنے میں ختم کر لیا۔ میں نے یہ بھی بتلایا تھا کہ اگر یہاں جماعت اور فرد کے نظریوں میں اختلاف ہوا اور فرد نے یہاں امتیاز برتا تو اس کی جماعت سے علیحدہ ہونے کے بعد کوئی حیثیت اور کوئی شخصیت نہیں یہ مقام غور و خوض کا ہے اس طرح جب فرد جماعت میں بیگانگی نہ ہو اور رشتہ یگانگت مضبوط ہو تو اس وقت فرد کا مفاد بن جاتا اور جب اس کے ساتھ جماعت کا مفاد آجائے تو اسکا اپنا کوئی شخصی مفاد باقی نہیں رہتا۔

تقریر جاری رکھتے ہوئے قائد ملت نے کہا کہ دوسرا مقدمہ جس کی میں اچھی طرح توضیع کر چکا ہوں وہ حیات انسانی میں رنج و غم اور خوشی و مسرت کا مقام ہے انسانی زندگی میں یہ دونوں ساتھ ساتھ ہیں کوئی گھر دنیا میں ایسا نہیں جو رنج و غم اور عیش و راحت سے خالی ہو۔ جہاں شادیانے بجتے ہیں وہاں غم کی ہوائیں بھی چلتی ہیں اور فکر و آلام کی دنیا میں گھر جاتے ہیں اس مقدمہ سے جس نظریہ کو قائم کر چکا ہوں وہ اس امر کی گواہی دے رہا ہے کہ گذشتہ عہد امن و عافیت اور راحت کوشی تھا جو سراسر عذاب الٰہی کا نمونہ تھا۔ جسے ہم ہنسی خوشی اور عیش و عشرت کا دور سمجھ رہے تھے۔ راحت کوشی عیش و عشرت اور طرب کی زندگی میں قوموں کی تباہی اور زوال کا سامان مکمل ہوتا ہے اور انسان اپنی بشریت اور دائرہ انسانیت سے ہٹکر اپنے معبود حقیقی کے فرائض سے غافل ہو جاتا ہے۔ یہ غفلت ہی عذاب الٰہی کا پیش خیمہ ہے اور

ہم عیش کو انعام و عطائے خداوندی سمجھ کر غلطی سے جو کچھ کرتے ہیں اس کی وجہ ہم نارِ جہنم سے قریب تر ہوتے جاتے ہیں اور آج آپ جس دور کو رنج و مصیبت اور پریشانی و ہراسانی کا سمجھتے ہیں اور جس کا تصور آپ کو لرزہ براندام کر رہا ہے اور جس کے سننے سے آپ کے جسم میں کپکپی ہو رہی ہے اس دور کی نسبت جب میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں غور کرتا ہوں تو یہ دور مجھے خدا کی طرف سے عذاب نہیں بلکہ خدا کا ایک انعام نظر آتا ہے۔ آلام و مصائب کا زمانہ جس کو آپ اپنے نزدیک عذاب خیال کرتے ہیں یہی آپ کی خفتہ قوتوں کے جگانے کی تمہید ثابت ہوگا۔ یہ خدا کی طرف سے امتحان اور عذاب نہیں بلکہ عطا و انعام ثابت ہوگا۔

قائدِ ملت نے دونوں مقدمات کی توضیح کے بعد تخلیہ کے مسئلہ سے بحث کرتے ہوئے کہا میں فرد کی زندگی اور حیات کو کم اہمیت نہیں دے رہا ہوں بلکہ تعلیماتِ محمدیؐ کی روشنی میں اس کا حل دریافت کیا تھا۔ لیکن تخلیہ کے مسئلہ کا انحصار فرد پر ہے۔ یہاں کافی غور کی ضرورت ہے کون وقت فرد کو اپنی جان و مال کی حفاظت کے لئے کیا کرنا چاہیئے۔ میں سمجھتا ہوں کے تخلیہ شاید زندگی کو پناہ دے گا لیکن حالات یہ بتلا رہے ہیں کہ اس سے معاشی پریشانی بڑھ جائیگی اس لئے میں نے آپ کو بتلایا کہ آپ دارالسلطنت میں معاشی حیثیت سے بہتر ہیں یہ اندیشہ کے اگر جاپان حملہ کرے تو کیا ہوگا اور اس اندیشے کے باوجود بھی اگر ہمارے حلیف کی قوت ہماری حکومت کی خاطر خواہ مدد نہ کر سکے تو بھی میں ان اندیشوں سے برخلاف یہ کہتا ہوں کہ دارالسلطنت میں اچھی طرح سے رہ سکتے ہیں

ان پریشانیوں کے منتظر کرتے جو آپ کو تخلیہ کے بعد ہوں گی۔
قائدِ ملّت نے کہا کہ اسلام کے ابتدائی عہد کی تاریخ اور سیرت طیبہ میں مجھے ایک چیز نمایاں نظر آتی ہے وہ چیز محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے سروسامانی اور بے اسبابی ہے اور پھر اس بے سروسامانی میں سے سامان کا پیدا ہونا۔ یہ خصوصیت در اصل اسلام کی واحد خصوصیت ہے جو تمام اسباب دُنیا سے اسلام اور اس کے خادموں کو تھی اور ہے کیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے لئے اللہ میاں کی زمین اتنی تنگ تھی جو وادی غیر ذی زرع کو منتخب کیا۔ کیا رسولِ خدا ہندوستان، شام، فلسطین ایشیائے کوچک اور روما وغیرہ میں پیدا ہوتے تو ان کی عظمت و شوکت اور جبروت کا دُنیا لوہا نہ مانتی تو پھر کیوں ایسی وادی میں آپ کو بے سروسامانی میں خدا اسلام کو بھیجنا چاہتا تھا۔ کیا اللہ میاں کو سب سے مفلس پیدا کرنا تھا اور کیا یہ بے سروسامانی بھی ایک عطا یا انعام تھی۔ غرض محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے سروسامانی کی حالت میں نبی آخر الزماں ہو کر دُنیا کو اس بے سروسامانی کی حالت میں پیغامِ حق سنایا اور قیصر و کسریٰ کے تخت و تاج کو توحید کی قوت سے جگایا۔ اور باطل کو مٹا دیا۔

یہی بے سروسامانی تھی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے ہی ماں باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا تھا اور وہ چھین لئے گئے تھے ایک غیر عورت دایہ حلیمہؓ نے انھیں پالا پوسا اس بے اسبابی کی حالت میں خاتم الانبیاء نے پرورش پائی اور دنیا کو حق کا پروانہ بنایا۔
قائدِ ملّت نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ یہ بے سروسامانی کے مدارج ایسے ہیں جن کو ہمارے سمجھنے کی ضرورت ہے یہ مقام اگر ہماری

سمجھ سے باہر ہو جائے تو مجھے ڈر ہے کہ کفر و باطل اور حق و صداقت میں کوئی امتیاز رکھا نہ جا سکے گا۔ اس لئے منزل پر خود کو پہنچاؤ اور آگے بڑھو۔ زر کی طمع ہر وقت خودی کی موت ثابت ہوئی ہے۔ جتنا تم دولت و زر سے دور بھاگو گے یہ اتنا ہی تم سے قریب ہوتے جائینگے۔ اس لئے بے سر و سامانی میں بھی سامان کی امید ہے اور دُنیا نے دیکھا کہ اسلام نے اس بے سر و سامانی کی حالت میں سامان کو پیدا کیا لیکن کفر و باطل نے جو سامان جہانداری لئے ہوئے پیدا ہوئے افلاس و نکبت کی حالت میں گھر کر فنا کے گھاٹ اُتر ے۔

ثابت قدمی کی تلقین کرتے ہوئے قائد ملت نے کہا کہ دُنیا کا یہ خاصہ رہا ہے اور یہاں میں اس امر کو واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ جن پر اسباب حزن و ملال طاری نہ ہوئے ہوں اس وقت تک وہ استقامت کی منزل تک نہیں پہنچ سکتے آپ نے فرمایا کہ مجھ سے اپنے مستقبل کی ضمانت چاہنے والو ہماری فلاح اس امر میں ہے کہ ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے سر و سامانی کو نمونہ حیات بنائیں اسلام کی تاریخ مال و دولت اور دیگر ذہنی وسوسوں سے مبرا رہی ہے اور کبھی اسلام نے سامان اور وسائل کے ذریعہ کامیابی کی تمنا نہیں کی جس کو سامان کی ہوس ہو وہ ابھر نہیں سکتا اور ثابت قدمی زائل ہو جاتی ہے اسلام کی تاریخ میں اسباب کو بڑی اہمیت ہے اور وہ یہ کہ تنزل اور بے سر و سامانی ہی سے اسباب پیدا ہوئے اب جبکہ ہم دُنیا کے دوراہے پر کھڑے ہیں اور اب جبکہ قیامت صغریٰ چھائی ہوئی ہے ہماری ضمانت طلبی ہماری بزدلی کا باعث ہے حال کی طرح مستقبل کو بھی گندہ کرنے والو اس تھوڑی سی زندگی میں اطمینان قلب اور سکون کے سامان ثابت قدمی اور مستقبل مزاجی سے

قائدِ ملّت نواب بہادر یار جنگ کی یادگار تقریر

قائدِ ملّت نواب بہادر یار جنگ کا شمار ان شخصیتوں میں ہوتا ہے جس کو تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ دکن عوام میں سیاسی بصیرت نواب بہادر یار جنگ کے بیدار کئے ہوئے شعور کا نتیجہ ہے قائدِ ملّت کو انتقال کئے ۴۲ سال ہو گئے لیکن ان کے پیغام اور عمل کی گرمی آج بھی قوم میں زندگی کی حرارت پیدا کرتی ہے۔ بہادر یار جنگ کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں جو پہلو نمایاں ہے وہ ان کا اسلامی کردار ہے۔ وہ سماجی سیاسی، مذہبی جدوجہد میں پہلے مسلمان اور بعد میں سب کچھ کے اُصول پر سختی سے عمل پیرا رہے۔ قارئین کے مطالعہ کے لئے قائدِ ملّت کی ایک تاریخی تقریر پیش ہے زمرد محل میں جمعیۃ المشائخ کے بارھویں سالانہ اجلاس کو مخاطب کرتے ہوئے قائدِ ملّت نے کہا میرے لئے انتہائی مسرت کا موجب ہے کہ ملّت کے رہنماؤں کی جمعیۃ میں حاضری کی سعادت حاصل کر رہا ہوں جنھوں نے مجھے یاد فرما کر میری عزت افزائی کی ہے۔ دُنیا میں ہر شخص کی زندگی کا مقصد ہوتا ہے۔ جہاں مقصد ختم ہوتا ہے۔ حیات ختم ہو جاتی ہے۔ میرے نزدیک کائینات میں محبوب ترین شئے حبیب خدا حضرت رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب اُمّت ہے۔ اس لئے میں نے اپنا مقصدِ حیات ملتِ اسلامیہ کی وحدت اور منزلِ حیات ملّتِ اسلامیہ کی خدمت قرار دیا ہے۔ اور اس خدمت پر مجھے ناز رہے گا۔ توحید ہی بڑی امانت ہے جس کو خدا لایزال نے اپنے تمام پیغمبروں کے سپرد کیا۔ اگر خدائے تعالیٰ کے نزدیک کوئی چیز مقبول ہو سکتی ہے تو

وہ توحید ہے۔ خداوند عالم ڈراتا ہے کہ اگر تم نہ مانو گے تو فنا کر دیئے جاؤ گے، شرک کرنے والوں کو مانو گے تو فنا کر دیئے جاؤ گے شرک کرنے والوں کو فنا کر دیا جائے گا ہم کو چھوڑ کر دوسروں کو مانو گے تو ہماری نوازشات سے محروم رہو گے۔ جمعیۃ المشائخ جیسا کہ اس رپورٹ سے ظاہر ہے کہ ملت مرحومہ کی ایک خاص جماعت پر مشتمل ہے۔ جس نے اسلام کی تاریخ میں ایک گروہ کی حیثیت اختیار کر لی۔ اس نے "امر بالمعروف نہی عن المنکر" کے کام کو اپنے ذمہ لیا مخلوق کو خدا کے آستانے پر جھکا دیا اور ذکر خدا سے طمانیت کا پیغام پہونچایا خود عامل رہے اور دوسروں کو عمل کی طرف راغب کرے۔ اس زمانے میں قول سے زیادہ عمل پر توجہ دی جاتی ہے ہر ایک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ اور لائحہ عمل کی پابندی اپنا فرض سمجھتا تھا وہ جانتے تھے کہ عمل میں ساری قوت ہے اور عمل کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور خاص ہدایت فرمائی حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ہر دلعزیز صاحبزادی بی بی خاتون جنت فاطمۃ الزہراؓ سے فرمایا: "اے فاطمہؓ عمل کر دیہ نہ سمجھو کہ رسول کی بیٹی ہو بخش دی جائے گی" جیسے جیسے زمانہ اسلاف سے دور ہوتا گیا ان کے قلوب تعلیمات اسلامی سے محروم ہوتے گئے روحانیت کم اور مادیت زیادہ ہوتی گئی۔ اعلاد کلمۃ الحق کے بجائے ذاتی استیلا اثر کرتا گیا۔ جس کی وجہ نظام اسلامی کی چولیں ڈھیلی ہونے لگیں۔ چند نفاس ہستیاں گوشہ ہائے فراق سے ہو نکلیں اور دنیا کے سامنے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جیتی جاگتی، چلتی پھرتی صورت میں پیش کیا۔ اس جماعت میں درزی، موچی، حمال اور دیگر پیشہ کرنیوالوں کو

ہم پاتے ہیں۔ یہ نہیں دیکھا جاتا کہ وہ کون ہے بلکہ یہ دیکھتے تھے کہ جلنے کی صلاحیت کس لکڑی میں ہے۔ اس پر توجہ نہیں دی جاتی تھی کہ وہ کس جنگل سے آئی ہے۔ وہ خود جلتے تھے دوسروں کو جلاتے تھے۔ ان ہی سے ایمان کی گرمی تھی۔ ہندوستان میں اسلام پھیلانے والوں میں مجھے برملا اعلان کرنے دیجئے سلطان محمود غزنوی، سلطان شہاب الدین غوری۔ سلطان علاؤالدین خلجی نہیں تھے بلکہ ایک بزرگ ہستی سنجر سے نکلی جنت کے میدان سے ہو کر اجمیر میں پہونچی اور اللہ ھو کا نعرہ لگانے والی ہستی حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ کی تھی جن کے سر ہندوستان کی فتح کا سہرا ہے۔ انھوں نے ہندوستان کے قلب میں ایمان کی شمع جلائی آپ کے بعد حضرت شاہ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمتہ اللہ علیہ حضرت برہان الدین غریبؒ اور حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رحمتہ اللہ علیہ نے اشاعت اسلام میں حصہ لیا اور نور ایمان سے سارے ہندوستان کو منور کر دیا ان بزرگوں کی زندگی کے دو مقصد تھے پہلا مقصد اپنی روح۔ اپنے قلب، اپنے خیال، اپنی فکر اور اپنے عمل کو غیر اللہ کے ساتھ انتساب اور نسبت سے پاک کر دیتے تھے اور خدا کے اندر اپنے آپ کو پاک کر دیتے تھے۔ دوسرا مقصد جس طرح شمع جلتی ہے اطراف کو منور کرتی ہے لو سے ٹکرانے والا خود جلتا ہے یہاں تک کہ زبان ذہن اور فکر و نظر میں سوائے خدا کے کوئی باقی نہ رہتا تھا جو نزدیک ہوتا اللہ ھو کا نعرہ لگائے بغیر نہیں رہ سکتا تھا ؎

یہاں تک جذب کر لوں کاش ترے حسن کمال کو
تجھی کو سب پکار اٹھیں گذر جاؤں جدھر ہو کر

قوموں کی زندگی کو صحیح قسم کا انسان ہی بدل سکتا ہے خانقاہ کی بنیاد

آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی اس خانقاہ نے ایسوں کو پیدا کیا جو نور محمدی لیکر باہر نکلے ہندوستان کی شمع نے دکن میں جو ضو پھونکی وہ حضرت شاہ راجو قتال کے عالی قدر فرزند حضرت خواجہ بندہ نوازؒ تھے جنھوں نے دکن میں پہنچکر انقلاب پیدا کر دیا۔ آج دکن کی سرزمین میں مسلمانوں کو ان ہی کی وجہ یاد رہے ہیں اس میں بہمنی سلاطین کا کوئی حصہ نہیں بادشاہت ہو یا فقیری ہر ان دونوں میں ایک ہی چیز پائیں گے۔ جب اس کی شرط محنت و کسب نہیں رہی بلکہ وراثت و ابویت ہو گی جس کی وجہ سے اسلام اپنے اصلی مقام سے نیچے اُتر گیا۔ شیطان کے بہت سے ہاتھ ہوتے ہیں ان میں سب سے بڑا نظر آنے والا وہ ہاتھ ہے جو لوح و قلب پر ترا باپ لکھ دیتا اور لفظ "تو" کو مٹا دیتا ہے وہ دن شیطان کی کامیابی اور خدا کی شکست کا ہے زندگی کے انحصار کا جس دن اپنے پر نہیں بلکہ باپ کی بڑائی" پر ہو اسی دن بڑائی کا مفہوم بدل جاتا ہے میں نے اس کو فقیر ہی کے ساتھ نہیں بلکہ بادشاہت کے ساتھ بھی دکھا۔ میں چاہتا ہوں کہ ان بزرگان دین کی مسند پر بیٹھنے والوں کو اپنا صحیح مقتدا رہبر دیکھوں۔ جب میں اپنے آپ کو قیادت کے مقام پر پاتا ہوں تو شرم آتی ہے۔ یہ قوم کوتاہ بینی ہے یا ان کی بے توجہی ہے میں جس چیز کا اُمیدوار ہوں وہ تھوڑی توجہ کی مستحق ہے۔ جس طرح شراب سے نشہ نکل جائے تو پھر وہ شراب نہیں رہتی اسی طرح عمل سے خلوص کو اگر نکال دیا جائے تو عمل عمل نہیں رہتا کامیابی کا اگر کوئی راز ہے تو وہ اخلاص ہے جمعیۃ المشائخ کا یہ اجتماع قوم کی امیدوں کی صبح کی آمد ہے خدا شاہد ہے میں انسانی

زندگی میں مذہب کا مقام سب سے بڑا اور بلند پاتا ہوں میں سیاست کے میدان میں بھی ہوں اگر میری سیاست کا مقصد اعلاء کلمۃ الحق نہیں ہے تو پھر میں غلط راستہ پر جا رہا ہوں۔ بندوں کے ساتھ وابستگی نہ اسلام کا شعار تھا نہ شعار ہے خدا سے وابستگی ہی شعار ہو سکتا ہے۔ مادہ مغربی تعلیمات نے خدا سے انسان کو دور کر دیا خدا سے نزدیک ہونے کی ایک ہی صورت ہو سکتی ہے کہ خدا کی محبت پیدا کی جائے کیا انہوں نے یہ تعلیم نہیں دی کہ خدا میں فنا ہونے سے پہلے شیخ میں فنا ہونا پڑتا ہے۔

بزرگانِ محترم نوجوان دین سے بھٹک رہا ہے مادیت پرستی کی طرف مائل ہے میں چاہتا ہوں کہ وہ دین دار بنے نوجوان دیندار کو دیکھنا چاہتا ہوں جو ہوائی جہاز میں بیٹھنا بدعت نہ سمجھے بلکہ ایسا ہو کہ اس کا ہاتھ تو ہوائی جہاز چلا رہا ہو اور دل عرش سے ٹکرا رہا ہو۔ ایک وقت وہ تھا وہ مطلوب تھے میں طالب بن جاتا تھا وہ نہ ملتے تھے میں مانگتا تھا وہ نہ دیتے تھے مجھے سر ٹکرانے پڑتے مشقت کرنی پڑتی تھی ان کی زبان سے ایک لفظ نکلتا تھا اور میری کھیتی کو سر سبز کر دیتا تھا۔ لیکن آج آپ طالب ہیں میں مطلوب مجھ سے طلب جاتی رہی مجھے طالب بنتا اور آپ کا مطلوب ہونا چاہیئے۔ میرا نوجوان کارل مارکس کو سمجھ سکتا ہے لیکن خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ کو نہیں سمجھ سکتا۔

مجھ سے پوچھا جائے گا کہ ہم متوازی اداروں کے متعلق اعلان کر چکے ہیں لیکن جمعیۃ المشائخ کے قیام کا کیا مقصد ہے آپ مطمئن رہیں آپ کے بازو کی طاقت تنہا اپنے بازوؤں میں جمع کرکے

اس کو کچل دوں گا جو ایک ہی مقصد لے کر آئیں اور مسلمانوں کو بانٹ دیں۔ ایک مقصد لے کر دو ادارے بنانا اپنے پیر پر آپ کلہاڑی مارنا ہے اور جو مسلمانوں کی ایک خاص رنگ میں اصلاح کا کام لے' میں اُن کی خدمت کو اپنا فخر سمجھوں گا اور ایک رضاکار کی حیثیت سے حاضر رہوں گا۔ اگر جمعیۃ کا مقصد سیاسی مسائل میں آکر مجلس سے ٹکراؤ نہیں ہے۔

وحدت اسلامی کو پارہ پارہ کرنا نہیں ہے اور مسلمانوں کو ایک وحدت پر جمع کرنا ہے تو میں جمعیۃ میں ایک رضاکار کی حیثیت سے حاضر ہوں اور جس دن اس کا اصل کے بجائے نقل ہوگا خدا شناسائی کے بجائے خود پرستی ہوگا اس دن سارے ادب واحترام کو بالائے طاق رکھ کر ساری صلاحیتوں کے ساتھ جو کھڑا ہوگا تو وہ پہلا درخاں ہوگا اور اس کو ملتِ اسلامیہ کی خدمت کا ایک اہم فرض سمجھے گا جمعیۃ المشائخ کا کام ہے کہ مسلمانوں میں خدا کا ڈر پیدا کرے اعمال کی اصلاح کا کام انجام دے۔ سچا مسلمان بنانے کی کوشش کرے' شراب خوری کو دور کرے زناکاری سے بچانے حلال و حرام میں تمیز پیدا کرے۔ مسلمان بدترین قوم ہو گئی ہے ملیت مٹ چکی جھوٹ کی عادت پڑ چکی چوری ڈاکہ بہت ہو گیا ہے۔ مشائخین کرام اھیں ان لا رض میں فیہا عبادی الصالحون' مسلمانوں کو صالح بنانے کام کریں اور ان کو وراثت کے قابل بنانے کا کام میرا ہے۔

اسلام کے نور سے ابھی کئی نفوس بے بہرہ ہیں آپ کی موجودگی اور کفر کی یہ کثرت کیا سورج نکلنے کے بعد اندھیرا رہ سکتا ہے۔

کیا آپ میں آفتاب روحانیت نہیں ہے؟ قائد ملت نے تقریر ختم کرتے ہوئے۔ مشائخین کرام سے کہا کہ آپ کے گنہگار خادم کو آپ نے یاد فرما کر نوازا ہے دکن کی سرزمین کو بادشاہوں کی شمشیروں نے فتح نہیں کیا آپ کی زبانوں نے اس لیے دکن کی سرزمین کا چپہ چپہ آپ کو دیکھ رہا ہے۔ شیطان بیٹھا آپ کی شکست پر مسکرا رہا ہے۔ "یزداں بہ کمند آور" کا درس دینے والوں مجھے ابلیس کی یہ مسکراہٹ نہیں بھاتی۔ اگر میں نے گستاخی کی ہے تو چھوٹا سمجھ کر معاف فرمائیے اور میری رہبری و رہنمائی فرمائیے۔ دعا کرتا ہوں کہ خدا آپ کو اگلا مقام پھر عطا کرے خدا آپ سے وہ کام لے جو حضرت خواجہ بندہ نوازؒ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ اور حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ سے لیا تھا اللہ آپ کے قلوب کو مزکی و مصطفیٰ کر دے آپ کی آنکھیں اس کو دیکھیں دل اس کو جانیں اور کان ان کو سنیں ؎

نہ غرض کسی سے نہ واسطہ مجھے کام اپنے ہی کام سے
ترے ذکر سے تری فکر سے تری یاد سے ترے نام سے

۵۔ قائد ملت کی یادگار تقریر

مجلس اتحاد المسلمین کے جلسۂ سالانہ منعقدہ ۱۳۶۰ھ میں خطبۂ صدارت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا:۔

یہ بات سب سے زیادہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ کوئی قوم زندگی کے اہم مراحل میں اپنی بنیادوں کے استحکام کے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتی۔ ہر زمانہ قوموں کی تعمیر کے لیے چند لوازمات چاہتا ہے اور ان لوازمات کے بغیر اگر کوئی قدم اٹھایا بھی گیا تو

وہ استوار اور مضبوط نہیں ہو سکتا۔ خود مسلمانوں کی تاریخ شاہد ہے کہ اُن کی انقلابی ترقیاں جن کو دیکھ کر دُنیا انگشت بدنداں رہ گئی۔ چند خصوصیات کی سرمایہ دار تھیں۔ ان میں سب سے پہلی چیز اپنی حیاتِ اجتماعی کے مقاصد و منشاء کی نسبت مسلمانوں کا وہ صحیح تصور و ایقان تھا جو قرآن نے اُن میں پیدا کر دیا تھا۔ انسان کا تصور و ایقان ہی اس کے عمل کی اصل اور بنیاد ہے اور وہ بلندیٔ تخیل اور رفعتِ تصور جو قرآن نے مسلمان کو عطا کیا۔ اس کی ذلتوں کو عزت سے محکومیوں کو حکومت سے بدلنے کا باعث ہوا۔ قرآنی تعلیمات کے سوا اور کونسی چیز تھی جس نے ایک بدوی کو تاجِ خسرو اور تختِ کسریٰ کا مستحق بنا دیا تھا۔ مجلس اتحاد المسلمین ہر اس سیاست کو جو قرآن کے منبع فیض سے سیراب نہیں ہے، سراب سے زیادہ حیثیت نہیں دیتی یہی وجہ ہے کہ انتہائی تنظیمی وسعت کے بعد بھی اس نے جو دستور اپنے لئے مرتب کیا اس میں اپنے وجود کی پہلی غرض اعتصام بحبل اللہ قرار دی زمانہ نے ممکن ہے راستوں میں کچھ تبدیلی کر دی ہو۔ لیکن منزل اگر قرآنی منزل نہیں ہے تو وہ ذلت و خواری کے جہنم کے سوا کچھ اور نہیں ہو سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ آج میں آپ کے منتخب کردہ خادم اور اس مجلس کے صدر کی حیثیت میں آپ سب ارکان مجلس اتحاد المسلمین پر عموماً اور ارکان عاملہ و شوریٰ مملکتی مجلس صدر صاحبان و عہدہ داران مجالس ضلع و ابتدائی اور مبلغین مجلس اتحاد المسلمین پر خصوصاً رکنیت مجلس کی شرط اولین کے طور پر یہ پابندی عاید کرتا ہوں کہ ہم میں سے ہر ایک، عمل کی نیت سے اور معنی و مطلب کو سمجھ کر قرآن مجید کی کم از کم تین آیتیں روز تلاوت کیا کرے اور اس پر نہ صرف اپنے خدا کو گواہ ٹھہرائے بلکہ ماہواری تختۂ رپورٹ میں جو مملکتی مجلس کو روانہ کیا جاتا ہے۔ بہ صداقت دل اطلاع دے کہ وہ کس حد تک اس شرط کا پابند رہا ہے۔ میری اس عمل پر مزاولت نے ثابت کیا ہے اور انشاء اللہ بہت جلد آپ پر ثابت ہو گا کہ قرآن کس طرح آپ پر فلاح و صلاح انفرادی و اجتماعی کے نئے نئے دروازے کھولتا ہے۔ ہماری بدقسمتی سے

تاہم میں بہت بڑی جماعت اُن لوگوں کی ہے جو بے علمی کے باعث قرآن اور اس کے تراجم سے استفادہ نہیں کر سکتے اُن کے لئے ہماری ہر شاخ کا فرض ہے کہ آبادی کی کسی مسجد میں کسی پڑھے لکھے مسلمان کے ذریعہ قرآن اور اس کا کوئی مستند ترجمہ سُنانے کا انتظام کرے۔ میری اور مجلس کی تنقیحوں میں آئندہ سب سے پہلا سوال یہ ہوگا کہ اس شرط کی کس حد تک تکمیل کی جارہی ہے میں اس سلسلہ میں اُن مساعی کا ذکر کئے بغیر نہیں رہ سکتا جو مولوی عبدالرحیم صاحب واعظ سرکار عالی کی طرف سے جاری ہیں۔ اُن کے تفریری رسالے اس مقصد کی تکمیل کیلئے بہت مفید ثابت ہو سکتے ہیں کیا سررشتۂ امور مذہبی سے میری یہ خواہش بیجا ہوگی کہ وہ تمام آئمہ مساجد پر نماز فجر یا مغرب کے بعد ان رسالوں کو سبقاً سبقاً مُصلیّوں کو پڑھ کر سُنانا حکماً لازمی قرار دے دے۔

اسی طرح انتقال سے صرف ایک ماہ پہلے مجلس کے سالانہ اجلاس منعقدہ شہر ورنگل میں آپ اپنی صدارتی خطبہ کو ان الفاظ پر ختم کیا تھا:۔

آپ چاہے مجھے رجعت پسند کہیں مگر میں آپ کے موجودہ مسائل کا واحد علاج آپ کے مسلمان ہو جانے میں سمجھتا ہوں۔ مسلمان ہو جانے سے میری مراد یہ ہے کہ آپ کا زاویۂ فکر اور نقطۂ نظر اسلامی ہو جائے آپ حالات کا اسلامی نظر سے مطالعہ کرنے لگیں اور معاملات کو اسلامی فکر سے سوچنے لگیں اس کیفیت کے پیدا کرنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ قرآن حمید کی بامعنی تلاوت کو اپنا وظیفہ حیات بنایئے اور روزانہ سونے سے پہلے سوچئے کہ آپ آج اسلام سے کس قدر قریب یا دور ہو رہے ہیں۔ میری دُعا ہے کہ خُدا ہم سب کو صراط مستقیم کی طرف رہبری فرمائے اور اس پر ثابت قدم رکھے۔ آمین!

ملنے کا پتہ

محمد علی خاں مجددی نقشبندی

مکان نمبر 21-6-388 گونڈ کی باؤلی

گھانسی بازار۔ حیدرآباد